إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿١٤﴾

ایمان اور نیک اعمال والوں کو اللہ تعالیٰ لہریں لیتی ہوئی نہروں والی جنتوں میں لے جائے گا۔ اللہ جو ارادہ کرے اسے کر کے رہتا ہے۔(۱۴)

مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ﴿١٥﴾

جس کا یہ خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مدد دونوں جہان میں نہ کرے گا وہ اونچائی پر ایک رسہ باندھ کر (اپنے حلق میں پھندا ڈال کر اپنا گلا گھونٹ لے) پھر دیکھ لے کہ اس کی چالاکیوں سے وہ بات ہٹ جاتی ہے جو اسے تڑپا (۱) رہی ہے؟(۱۵)

وَكَذَٰلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ﴿١٦﴾

ہم نے اسی طرح اس قرآن کو واضح آیتوں میں اتارا ہے۔ جسے اللہ چاہے ہدایت نصیب فرماتا ہے۔(۱۶)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

بیشک اہل ایمان اور یہودی اور صابی اور نصرانی اور مجوسی (۲) اور مشرکین (۳) ان سب کے درمیان قیامت کے دن

کھلی گمراہی میں"۔ ظاہر بات ہے کہ ہدایت پر وہی ہیں جو اللہ کو ماننے والے ہیں۔ لیکن اسے واضح الفاظ میں کہنے کی بجائے کنائے اور استفہام کے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ جو سامع کے لیے زیادہ موثر اور بلیغ ہوتا ہے۔ یا اس کا تعلق دنیا سے ہے اور مطلب یہ ہو گا کہ غیر اللہ کو پکارنے سے فوری نقصان تو اس کا یہ ہوا کہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا' یہ اقرب نقصان ہے۔ اور آخرت میں تو اس کا نقصان محقق ہی ہے۔

(۱) اس کے ایک معنی تو یہ کیے گئے ہیں کہ ایسا شخص' جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرے' کیونکہ اس کے غلبہ و فتح سے اسے تکلیف ہوتی ہے' تو وہ اپنے گھر کی چھت پر رسی لٹکا کر اور اپنے گلے میں اس کا پھندا لے کر اپنا گلا گھونٹ لے' شاید یہ خودکشی اسے غیظ و غضب سے بچالے جو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کو دیکھ کر اپنے دل میں پاتا ہے۔ اس صورت میں سماء سے مراد گھر کی چھت ہو گی۔ دوسرے معنی ہیں کہ وہ ایک رسہ لے کر آسمان پر چڑھ جائے اور آسمان سے جو وحی یا مدد آتی ہے' اس کا سلسلہ ختم کر دے' (اگر وہ کر سکتا ہے) اور دیکھے کہ کیا اس کے بعد اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا ہے؟ امام ابن کثیر نے پہلے مفہوم کو اور امام شوکانی نے دوسرے مفہوم کو زیادہ پسند کیا ہے اور سیاق سے یہی دوسرا مفہوم زیادہ قریب لگتا ہے۔

(۲) مجوس سے مراد ایران کے آتش پرست ہیں جو دو خداؤں کے قائل ہیں' ایک ظلمت کا خالق ہے' دوسرا نور کا' جسے وہ اہرمن اور یزداں کہتے ہیں۔

(۳) ان میں مذکورہ گمراہ فرقوں کے علاوہ جتنے بھی اللہ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کرنے والے ہیں' سب آگئے۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١٧﴾

خود اللہ تعالیٰ فیصلے کر دے گا‘ (۱) اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز پر گواہ ہے۔ (۲) (۱۷)

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَمَن يُهِنِ

کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ اللہ کے سامنے سجدے میں ہیں سب آسمانوں والے اور سب زمینوں والے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور (۳)

---

(۱) ان میں سے حق پر کون ہے‘ باطل پر کون؟ یہ تو ان دلائل سے واضح ہو جاتا ہے جو اللہ نے اپنے قرآن میں نازل فرمائے ہیں اور اپنے آخری پیغمبر کو بھی اسی مقصد کے لیے بھیجا تھا‘ ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ (الفتح-۲۸) یہاں فیصلے سے مراد وہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ باطل پرستوں کو قیامت والے دن دے گا‘ اس سزا سے بھی واضح ہو جائے گا کہ دنیا میں حق پر کون تھا اور باطل پر کون کون؟

(۲) یہ فیصلہ محض حاکمانہ اختیارات کے زور پر نہیں ہو گا‘ بلکہ عدل و انصاف کے مطابق ہو گا‘ کیونکہ وہ باخبر ہستی ہے‘ اسے ہر چیز کا علم ہے۔

(۳) بعض مفسرین نے اس سجدے سے ان تمام چیزوں کا احکام الٰہی کے تابع ہونا مراد لیا ہے‘ کسی میں مجال نہیں کہ وہ حکم الٰہی سے سرتابی کر سکے۔ ان کے نزدیک وہ سجدۂ اطاعت و عبادت مراد نہیں جو صرف عقلا کے ساتھ خاص ہے۔ جب کہ بعض مفسرین نے اسے مجاز کے بجائے حقیقت پر محمول کیا ہے کہ ہر مخلوق اپنے اپنے انداز سے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہے۔ مثلاً مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ سے مراد فرشتے ہیں وَمَنْ فِي الْأَرْضِ سے ہر قسم کے حیوانات‘ انسان‘ جنات‘ چوپائے اور پرندے اور دیگر اشیا ہیں۔ یہ سب اپنے اپنے انداز سے سجدہ اور تسبیح الٰہی کرتی ہیں۔ —— ﴿وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ﴾ (بنی إسرائیل-۴۴) سورج‘ چاند اور ستاروں کا بطور خاص اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ مشرکین ان کی عبادت کرتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا‘ تم ان کو سجدہ کرتے ہو‘ یہ تو اللہ کو سجدہ کرنے والے اور اس کے ماتحت ہیں اس لیے تم انہیں سجدہ مت کرو‘ اس ذات کو سجدہ کرو جو ان کا خالق ہے۔ (حٰمٓ السجدة-۳۷) صحیح حدیث میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں‘ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا‘ جانتے ہو‘ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا‘ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا سورج جاتا ہے اور عرش کے نیچے جا کر سجدہ ریز ہو جاتا ہے‘ پھر اسے (طلوع ہونے کا) حکم دیا جاتا ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ اسے کہا جائے گا‘ واپس لوٹ جا یعنی جہاں سے آیا وہیں چلا جا۔ (صحیح بخاری‘ بدء الخلق‘ باب صفة الشمس والقمر بحسبان۔ مسلم‘ کتاب الإیمان‘ باب بیان الزمن الذی لا یقبل فیه الإیمان) اسی طرح ایک صحابی کا واقعہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے خواب میں اپنے ساتھ درخت کو سجدہ کرتے دیکھا۔ (ترمذی‘ أبواب السفر‘ باب ماجاء مایقول فی سجود القرآن تحفة الأحوذی‘ جلد۱‘ صفحه ۴۰۲‘ ابن ماجه نمبر ۱۰۵۳) اور پہاڑوں اور درختوں کے سجدے میں ان کے سایوں کا دائیں بائیں پھرنا یا جھکنا بھی شامل ہے‘ جس کی طرف اشارہ سورۃ الرعد ۱۵‘ اور النحل ۴۸‘ ۴۹ میں بھی کیا گیا ہے۔

اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ۝۱۸ ۩ السجدة

اور بہت سے انسان بھی۔ [1] ہاں بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب کا مقولہ ثابت ہو چکا ہے، [2] جسے رب ذلیل کر دے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں، [3] اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔(۱۸)

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝۱۹

یہ دونوں اپنے رب کے بارے میں اختلاف کرنے والے ہیں، [4] پس کافروں کے لیے تو آگ کے کپڑے بیونت کر کاٹے جائیں گے، اور ان کے سروں کے اوپر سے سخت کھولتا ہوا پانی بہایا جائے گا۔(۱۹)

يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝۲۰

جس سے ان کے پیٹ کی سب چیزیں اور کھالیں گلا دی جائیں گی۔(۲۰)

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝۲۱

اور ان کی سزا کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہیں۔(۲۱)

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۤ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۲۲

یہ جب بھی وہاں کے غم سے نکل بھاگنے کا ارادہ کریں گے وہیں لوٹا دیئے جائیں گے اور (کہا جائے گا) جلنے کا عذاب چکھو! [5] (۲۲)

---

(۱) یہ سجدۂ اطاعت و عبادت ہی ہے جس کو انسانوں کی ایک بڑی تعداد کرتی ہے اور اللہ کی رضا کی مستحق قرار پاتی ہے۔

(۲) یہ وہ ہیں جو سجدۂ اطاعت سے انکار کر کے کفر اختیار کرتے ہیں، ورنہ تکوینی احکام یعنی سجدۂ انقیاد میں تو انہیں بھی مجال انکار نہیں۔

(۳) کفر اختیار کرنے کا نتیجہ ذلت و رسوائی اور آخرت کا دائمی عذاب ہے، جس سے بچا کر کافروں کو عزت دینے والا کوئی نہیں ہو گا۔

(۴) هٰذٰنِ خَصْمٰنِ، یہ دونوں تثنیہ کے صیغے ہیں۔ بعض نے اس سے مراد مذکورہ گمراہ فرقے اور اس کے مقابلے میں دوسرا فرقہ مسلمان کو لیا ہے۔ یہ دونوں اپنے رب کے بارے میں جھگڑتے ہیں، مسلمان تو اس کی وحدانیت اور اس کی قدرت علی البعث کے قائل ہیں، جب کہ دوسرے اللہ کے بارے میں مختلف گمراہیوں میں مبتلا ہیں۔ اس ضمن میں جنگ بدر میں لڑنے والے مسلمان اور کافر بھی آجاتے ہیں، جس کے آغاز میں مسلمانوں میں ایک طرف حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدۃ رضی اللہ عنہم تھے اور دوسری طرف ان کے مقابلے میں کافروں میں عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ تھے (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ الحج) امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ دونوں ہی مفہوم صحیح اور آیت کے مطابق ہیں۔

(۵) اس میں جہنمیوں کے عذاب کی کچھ تفصیل بیان کی گئی ہے جو انہیں وہاں بھگتنا ہو گا۔

إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٢٣﴾

ایمان والوں اور نیک کام والوں کو اللہ تعالیٰ ان جنتوں میں لے جائے گا جن کے درختوں تلے سے نہریں لہریں لے رہی ہیں' جہاں وہ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سچے موتی بھی۔ وہاں ان کا لباس خالص ریشم ہوگا۔[1] (۲۳)

وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ښ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿٢٤﴾

ان کو پاکیزہ بات کی رہنمائی کر دی گئی[2] اور قابل صد تعریف راہ کی ہدایت کر دی گئی۔[3] (۲۴)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَاۗءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ۭ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکنے لگے اور اس حرمت والی مسجد سے[4] بھی جسے ہم نے تمام لوگوں کے لیے مساوی کر دیا ہے وہیں کے رہنے والے ہوں یا باہر کے ہوں،[5] جو بھی ظلم کے ساتھ وہاں الحاد کا ارادہ

---

(۱) جہنمیوں کے مقابلے میں یہ اہل جنت کا اور ان نعمتوں کا تذکرہ ہے جو اہل ایمان کو مہیا کی جائیں گی۔

(۲) یعنی جنت ایسی جگہ ہے جہاں پاکیزہ باتیں ہی ہوں گی' وہاں بے ہودہ اور گناہ کی بات نہیں ہوگی۔

(۳) یعنی ایسی جگہ کی طرف جہاں ہر طرف اللہ کی حمد اور اس کی تسبیح کی صدائے دل نواز گونج رہی ہوگی۔ اگر اس کا تعلق دنیا سے ہو تو مطلب قرآن اور اسلام کی طرف رہنمائی ہے جو اہل ایمان کے حصے میں آتی ہے۔

(۴) روکنے والوں سے مراد کفار مکہ ہیں جنہوں نے ۶/ ہجری میں مسلمانوں کو مکہ جا کر عمرہ کرنے سے روک دیا تھا' اور مسلمانوں کو حدیبیہ سے واپس آنا پڑا تھا۔

(۵) اس میں اختلاف ہے کہ مسجد حرام سے مراد خاص مسجد (خانہ کعبہ) ہی ہے یا پورا حرم مکہ۔ کیونکہ قرآن میں بعض جگہ پورے حرم مکی کے لیے بھی مسجد حرام کا لفظ بولا گیا ہے' یعنی جز بول کر کل مراد لیا گیا ہے۔ جہاں تک خاص مسجد حرام کا تعلق ہے' اس کی بابت تو یہ بات متفقہ ہے کہ اس میں مقیم و غیر مقیم' ملکی اور آفاقی سب کا حصہ مساوی ہے یعنی بلا تخصیص و تفریق ہر شخص رات اور دن کے کسی بھی حصے میں عبادت کر سکتا ہے۔ کسی کے لیے بھی کسی مسلمان کو عبادت سے روکنے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ جن علما نے مسجد حرام سے مراد پورا حرم لیا ہے' ان کے ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ پورا حرم مکی سب مسلمانوں کے لیے یکساں حیثیت رکھتا ہے اور اس کے مکانوں اور زمینوں کا کوئی مالک نہیں۔ اسی لیے ان کی خرید و فروخت اور ان کو کرائے پر دینا ان کے نزدیک جائز نہیں۔ جو شخص بھی کسی جگہ سے حج یا عمرے کے لیے مکہ جائے تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ جہاں چاہے ٹھہر جائے' وہاں رہنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ٹھہرنے سے کسی کو نہ روکیں۔ دوسری رائے یہ ہے کہ مکانات اور زمینیں ملک خاص ہو سکتی ہیں اور ان

اَلِيْمٍ ﴿٢٥﴾

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَالْقَآىِٕمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿٢٦﴾

کرے[1] ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔[2] (۲۵)

اور جبکہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کر دی[3] اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک[4] نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف قیام رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھنا۔[5] (۲۶)

میں مالکانہ تصرفات یعنی بیچنا' کرائے پر دینا جائز ہے۔ البتہ وہ مقامات جن کا تعلق مناسک حج سے ہے' مثلاً منیٰ' مزدلفہ اور عرفات کے میدان یہ وقف عام ہیں۔ ان میں کسی کی ملکیت جائز نہیں۔ یہ مسئلہ قدیم فقہا کے درمیان خاصا مختلف فیہ رہا ہے۔ تاہم آج کل تقریباً تمام کے تمام علما ہی ملکیت خاص کے قائل ہو گئے ہیں۔ اور یہ مسئلہ سرے سے اختلافی ہی نہیں رہا۔ مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم نے بھی امام ابو حنیفہ اور فقہا کا مسلک مختار اسی کو قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو "معارف القرآن جلد ٦' صفحہ ۲۵۳)

(۱) اِلْحَادٌ کے لفظی معنی تو کج روی کے ہیں۔ یہاں یہ عام ہے' کفرو شرک سے لے کر ہر قسم کے گناہ کے لیے۔ حتیٰ کہ بعض علما الفاظ قرآنی کے پیش نظر اس بات تک کے قائل ہیں کہ حرم میں اگر کسی گناہ کا ارادہ بھی کرلے گا' (چاہے اس پر عمل نہ کر سکے) تو وہ بھی اس وعید میں شامل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ محض ارادے پر مؤاخذہ نہیں ہو گا' جیسا کہ دیگر نصوص سے واضح ہے۔ تاہم ارادہ اگر عزم مصمم کی حد تک ہو تو پھر قابل گرفت ہو سکتا ہے۔ (فتح القدیر)

(۲) یہ بدلہ ہے ان لوگوں کا جو مذکورہ گناہوں کے مرتکب ہوں گے۔

(۳) یعنی بیت اللہ کی جگہ بتلا دی اور وہاں ہم نے ذریت ابراہیم علیہ السلام کو جا ٹھہرایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طوفان نوح علیہ السلام کی ویرانی کے بعد خانہ کعبہ کی تعمیر سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں سے ہوئی ہے' جیسا کہ صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' "سب سے پہلی مسجد جو زمین میں بنائی گئی' مسجد حرام ہے' اور اس کے چالیس سال بعد مسجد اقصیٰ تعمیر ہوئی"۔ (مسند أحمد ٥ / ١٥٠' ١٦٦-١٦٧' ومسلم كتاب المساجد)

(۴) یہ خانہ کعبہ کی تعمیر کی غرض بیان کی کہ اس میں صرف میری عبادت کی جائے۔ اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ مشرکین نے اس میں جو بت سجا رکھے ہیں' جن کی وہ یہاں آکر عبادت کرتے ہیں۔ یہ ظلم صریح ہے کہ جہاں صرف اللہ کی عبادت کرنی چاہیے تھی' وہاں بتوں کی عبادت کی جاتی ہے۔

(۵) کفر' بت پرستی اور دیگر گندگیوں اور نجاستوں سے۔ یہاں ذکر صرف نماز پڑھنے والوں اور طواف کرنے والوں کا کیا ہے' کیونکہ یہ دونوں عبادات خانہ کعبہ کے ساتھ خاص ہیں۔ نماز میں رخ اسی کی طرف ہوتا ہے اور طواف صرف اسی کے گرد کیا جاتا ہے۔ لیکن اہل بدعت نے اب بہت سی قبروں کا طواف بھی ایجاد کرلیا ہے اور بعض نمازوں کے لیے "قبلہ" بھی کوئی اور۔ أَعَاذَنَا اللهُ مِنْهُمَا

وَأَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾

لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِىٓ أَيَّامٍ مَّعْلُومَٰتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنۢ بَهِيمَةِ الْأَنْعَٰمِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾

اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پا پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی[1] دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں[2] گے۔(۲۷)

اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں[3] اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں۔[4] پس تم آپ بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ۔(۲۸)

پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں[5] اور اپنی نذریں پوری کریں[6] اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں۔[7] (۲۹)

---

(۱) جو چارے کی قلت اور سفر کی دوری اور تھکاوٹ سے لاغر اور کمزور ہو جائیں گے۔

(۲) یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ مکہ کے پہاڑ کی چوٹی سے بلند ہونے والی یہ نحیف سی صدا' دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گئی' جس کا مشاہدہ حج اور عمرے میں ہر حاجی اور معتمر کرتا ہے۔

(۳) یہ فائدے دینی بھی ہیں کہ نماز' طواف اور مناسک حج و عمرہ کے ذریعے سے اللہ کی مغفرت و رضا حاصل کی جائے۔ اور دنیوی بھی کہ تجارت اور کاروبار سے مال و اسباب دنیا بھی میسر آجائے۔

(۴) بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ (پالتو چوپایوں) سے مراد اونٹ' گائے' بکری (اور بھیڑ دنبے) ہیں' ان پر اللہ کا نام لینے کا مطلب ان کو ذبح کرنا ہے جو اللہ کا نام لے کر ہی کیا جاتا ہے اور ایام معلومات سے مراد' ذبح کے ایام "ایام تشریق" ہیں' جو یوم النحر (۱۰ ذوالحجہ) اور تین دن اس کے بعد ہیں۔ یعنی ۱۱' ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ تک قربانی کی جا سکتی ہے۔ عام طور پر ایام معلومات سے عشرۂ ذوالحجہ اور ایام معدودات سے ایام تشریق مراد لیے جاتے ہیں۔ تاہم یہاں "معلومات" جس سیاق میں آیا ہے' اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایام تشریق مراد ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۵) یعنی ۱۰ ذوالحجہ کو جمرۂ کبریٰ (یا عقبہ) کو کنکریاں مارنے کے بعد حاجی کو تحلل اول (یا اصغر) حاصل ہو جاتا ہے' جس کے بعد وہ احرام کھول دیتا ہے اور بیوی سے مباشرت کے سوا' دیگر وہ تمام کام اس کے لیے جائز ہو جاتے ہیں' جو حالت احرام میں ممنوع ہوتے ہیں۔ میل کچیل دور کرنے کا مطلب یہی ہے کہ پھر وہ بالوں' ناخنوں وغیرہ کو صاف کرلے' تیل' خوشبو استعمال کرلے اور سلے ہوئے کپڑے پہن لے وغیرہ۔

(۶) اگر کوئی مانی ہوئی ہو' جیسے لوگ مان لیتے ہیں کہ اگر اللہ نے ہمیں اپنے مقدس گھر کی زیارت نصیب فرمائی' تو ہم فلاں نیکی کا کام کریں گے۔

(۷) عَتِيقٌ کے معنی قدیم کے ہیں' مراد خانہ کعبہ ہے کہ حلق یا تقصیر کے بعد طواف افاضہ کرلے' جسے طواف زیارت بھی کہتے ہیں' اور یہ حج کا رکن ہے جو وقوف عرفہ اور جمرۂ عقبہ (یا کبریٰ) کو کنکریاں مارنے کے بعد کیا جاتا ہے۔ جب کہ

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾

یہ ہے اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں [1] کی تعظیم کرے اس کے اپنے لیے اس کے رب کے پاس بہتری ہے- اور تمہارے لیے چوپائے جانور حلال کر دیئے گئے بجز ان کے جو تمہارے سامنے [2] بیان کیے گئے ہیں پس تمہیں بتوں کی گندگی سے بچتے رہنا چاہیے [3] اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرنا چاہیے- [4] (۳۰)

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۗ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ

اللہ کی توحید کو مانتے ہوئے [5] اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے- سنو! اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا گویا آسمان سے گر پڑا' اب یا تو اسے پرندے اچک

طواف قدوم بعض کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک سنت ہے اور طواف وداع سنت مؤکدہ (یا واجب) ہے- جو اکثر اہل علم کے نزدیک عذر سے ساقط ہو جاتا ہے' جیسے حائضہ عورت سے بالاتفاق ساقط ہو جاتا ہے (ایسر التفاسیر)

(۱) ان حرمتوں سے مراد وہ مناسک حج ہیں جن کی تفصیل ابھی گزری- ان کی تعظیم کا مطلب' ان کی اس طرح ادائیگی ہے جس طرح بتلایا گیا ہے- یعنی ان کی خلاف ورزی کر کے ان حرمتوں کو پامال نہ کرے-

(۲) "جو بیان کیے گئے ہیں" کا مطلب ہے جن کا حرام ہونا بیان کر دیا گیا ہے' جیسے آیت ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ ﴾ الآیَۃَ میں تفصیل ہے-

(۳) رِجْسٌ کے معنی گندگی اور پلیدی کے ہیں- یہاں اس سے مراد لکڑی' لوہے یا کسی اور چیز کے بنے ہوئے بت ہیں- مطلب یہ ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرنا' یہ نجاست ہے اور اللہ کے غضب اور عدم رضا کا باعث' اس سے بچو!

(۴) جھوٹی بات میں' جھوٹی بات کے علاوہ جھوٹی قسم بھی ہے' (جس کو حدیث میں شرک اور حقوق والدین کے بعد تیسرے نمبر پر کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے) اور سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ اللہ جن چیزوں سے پاک ہے' وہ اس کی طرف منسوب کی جائیں' مثلاً اللہ کی اولاد ہے' فلاں بزرگ اللہ کے اختیارات میں شریک ہے' یا فلاں کام پر اللہ کس طرح قادر ہو گا! جیسے کفار بعث بعد الموت پر تعجب کا اظہار کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں- یا اپنی طرف سے اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور حرام چیزوں کو حلال کر لینا' جیسے مشرکین بحیرہ سائبہ' وصیلہ اور حام جانوروں کو اپنے اوپر حرام کر لیتے تھے' یہ سب جھوٹ ہیں' ان سے اجتناب ضروری ہے-

(۵) حُنَفَآءَ، حَنِيْفٌ کی جمع ہے- جس کے مصدری معنی ہیں مائل ہونا' ایک طرف ہونا' یک رخا ہونا- یعنی شرک سے توحید کی طرف اور کفر و باطل سے اسلام اور دین حق کی طرف مائل ہوتے ہوئے- یا ایک طرفہ ہو کر خالص اللہ کی عبادت کرتے ہوئے-

مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴿۳۱﴾

لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز کی جگہ پھینک دے گی۔[1] (۳۱)

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾

یہ سن لیا اب اور سنو! اللہ کی نشانیوں کی جو عزت و حرمت کرے اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے یہ ہے۔[2] (۳۲)

لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾

ان میں تمہارے لیے ایک مقرر وقت تک کا فائدہ ہے[3] پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ خانہ کعبہ ہے۔[4] (۳۳)

---

(۱) یعنی جس طرح بڑے پرندے، چھوٹے جانوروں کو نہایت تیزی سے جھپٹا مار کر انہیں نوچ کھاتے ہیں یا ہوائیں کسی کو دور دراز جگہوں پر پھینک دیں اور کسی کو اس کا سراغ نہ ملے۔ دونوں صورتوں میں تباہی اس کا مقدر ہے۔ اسی طرح وہ انسان جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے، وہ سلامت فطرت اور طہارت نفس کے اعتبار سے طہر و صفا کی بلندی پر فائز ہوتا ہے اور جوں ہی وہ شرک کا ارتکاب کرتا ہے تو گویا اپنے کو بلندی سے پستی میں اور صفائی سے گندگی اور کیچڑ میں پھینک لیتا ہے۔

(۲) شَعَآئِرُ، شَعِيْرَةٌ کی جمع ہے جس کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں، جیسے جنگ میں ایک شعار (مخصوص لفظ بطور علامت) اختیار کر لیا جاتا ہے، جس سے وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ اس اعتبار سے شعائر اللہ وہ ہیں، جو اعلام دین یعنی اسلام کے نمایاں امتیازی احکام ہیں، جن سے ایک مسلمان کا امتیاز اور تشخص قائم ہوتا ہے اور دوسرے اہل مذاہب سے الگ پہچان لیا جاتا ہے۔ صفا، مروہ پہاڑیوں کو بھی اسی لیے شعائر اللہ کہا گیا ہے کہ مسلمان حج و عمرے میں ان کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ یہاں حج کے دیگر مناسک، خصوصاً قربانی کے جانوروں کو شعائر اللہ کہا گیا ہے۔ ان کی تعظیم کا مطلب ان کا استحسان اور استسمان ہے یعنی عمدہ اور موٹا تازہ جانور قربان کرنا۔ اس تعظیم کو دل کا تقویٰ قرار دیا گیا ہے یعنی یہ دل کے ان افعال سے ہیں جن کی بنیاد تقویٰ ہے۔

(۳) وہ فائدہ، سواری، دودھ، مزید نسل اور اون وغیرہ کا حصول ہے۔ وقت مقرر سے مراد نحر (ذبح کرنا) ہے یعنی ذبح ہونے تک تمہیں ان سے مذکورہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے جانور سے، جب تک وہ ذبح نہ ہو جائے، فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ صحیح حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ایک آدمی ایک قربانی کا جانور اپنے ساتھ ہانکے لے جا رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا، اس پر سوار ہو جا، اس نے کہا یہ حج کی قربانی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا، اس پر سوار ہو جا۔ (صحیح بخاری، کتاب الحج، باب رکوب البدن)

(۴) حلال ہونے سے مراد جہاں ان کا ذبح کرنا حلال ہوتا ہے۔ یعنی یہ جانور، مناسک حج کی ادائیگی کے بعد، بیت اللہ اور حرم مکی میں پہنچتے ہیں اور وہاں اللہ کے نام پر ذبح کر دیئے جاتے ہیں، پس مذکورہ فوائد کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ ایسے ہی حرم کے لیے ہدی ہوتے ہیں، تو حرم میں پہنچتے ہی ذبح کر دیئے جاتے ہیں اور فقراء مکہ میں ان کا گوشت تقسیم

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾

اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں۔[1] سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے تم اسی کے تابع فرمان ہو جاؤ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے!(۳۴)

الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣٥﴾

انہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے ان کے دل تھرا جاتے ہیں، انہیں جو برائی پہنچے اس پر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ اس میں سے بھی دیتے رہتے ہیں۔(۳۵)

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ ۖ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا

قربانی کے اونٹ[2] ہم نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں مقرر کر دی ہیں ان میں تمہیں نفع ہے۔ پس انہیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو،[3] پھر جب ان کے پہلو

کر دیا جاتا ہے۔

(۱) مَنْسَكٌ، نَسَكَ يَنْسُكُ کا مصدر ہے، معنی ہیں اللہ کے تقرب کے لیے قربانی کرنا ذَبِيحَةٌ، (ذبح شدہ جانور) کو بھی نَسِيكَةٌ کہا جاتا ہے، جس کی جمع نُسُكٌ ہے۔ اس کے معنی اطاعت و عبادت کے بھی ہیں۔ کیونکہ رضائے الٰہی کے لیے جانور کی قربانی کرنا بھی عبادت ہے۔ اسی لیے غیر اللہ کے نام پر یا ان کی خوشنودی کے لیے جانور ذبح کرنا غیر اللہ کی عبادت ہے۔ یا مَنْسَكٌ (سین کی فتح یا کسرے کے ساتھ) اسم ظرف ہے۔ مَوْضِعُ نَحْرٍ (ذبح کرنے کی جگہ) یا مَوْضِعُ عِبَادَةٍ۔ اسی سے مناسک حج ہے یعنی وہ جگہیں، جہاں حج کے اعمال و ارکان ادا کیے جاتے ہیں، جیسے عرفات، مزدلفہ، منیٰ اور مکہ۔ مطلق ارکان و اعمال حج کو بھی مناسک کہہ لیا جاتا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم پہلے بھی ہر مذہب والوں کے لیے ذبح کا یا عبادت کا طریقہ مقرر کرتے آئے ہیں تاکہ وہ اس کے ذریعے سے اللہ کا قرب حاصل کرتے رہیں۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ وہ ہمارا نام لیں، یعنی بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر ذبح کریں یا ہمیں یاد رکھیں۔

(۲) بُدْنٌ، بَدَنَةٌ کی جمع ہے یہ جانور عام طور پر موٹا تازہ ہوتا ہے۔ اس لیے بَدَنَةٌ کہا جاتا ہے۔ فربہ جانور۔ اہل لغت نے اسے صرف اونٹوں کے ساتھ خاص کیا ہے لیکن حدیث کی رو سے گائے پر بھی بَدَنَةٌ کا اطلاق صحیح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اونٹ اور گائے، جو قربانی کے لیے لے جائیں، یہ بھی شعائر اللہ، یعنی اللہ کے ان احکام میں سے ہیں جو مسلمانوں کے لیے خاص اور ان کی علامت ہیں۔

(۳) صَوَافَّ مَصْفُوفَةً (صف بستہ یعنی کھڑے ہوئے) معنی میں ہے۔ اونٹ کو اسی طرح کھڑے کھڑے نحر کیا جاتا ہے کہ بایاں ہاتھ پاؤں اس کا بندھا ہوا اور تین پاؤں پر وہ کھڑا ہوتا ہے۔

فَكُلُوۡا مِنۡهَا وَاَطۡعِمُوا الۡقَانِعَ وَالۡمُعۡتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرۡنٰهَا لَـكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ۝۳۶

زمین سے لگ جائیں (۱) اسے (خود بھی) کھاؤ (۲) اور مسکین سوال سے رکنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ، (۳) اسی طرح ہم نے چوپایوں کو تمہارے

---

(۱) یعنی سارا خون نکل جائے اور وہ بے روح ہو کر زمین پر گر جائے۔ تب اسے کاٹنا شروع کرو۔ کیونکہ جی دار جانور کا گوشت کاٹ کر کھانا ممنوع ہے۔ مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِيْمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ ، فَهُوَ مَيْتَةٌ (أبوداود، كتاب الصيد، باب في صيد قطع منه قطعة - ترمذي، أبواب الصيد، باب ماجاء ماقطع من الحى فهو ميت، وابن ماجه) "جس جانور سے اس حال میں گوشت کاٹا جائے کہ وہ زندہ ہو تو وہ (کاٹا ہوا گوشت) مردہ ہے"۔

(۲) بعض علما کے نزدیک یہ امر وجوب کے لیے ہے یعنی قربانی کا گوشت کھانا، قربانی کرنے والے کے لیے واجب یعنی ضروری ہے اور اکثر علما کے نزدیک یہ امر استحباب یا جواز کے لیے ہے یعنی اس امر کا مقصد صرف جواز کا اثبات یا استحباب ہے یعنی اگر کھالیا جائے تو جائز یا مستحب (پسندیدہ) ہے اور اگر کوئی نہ کھائے بلکہ سب کا سب تقسیم کر دے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔

(۳) قَانِعٌ کے ایک معنی سائل کے اور دوسرے معنی قناعت کرنے والے کے کیے گئے ہیں یعنی وہ سوال نہ کرے اور مُعْتَرٌّ کے معنی بعض نے بغیر سوال کے سامنے آنے والے کے کیے ہیں۔ اور بعض نے قانع کے معنی سائل اور معتر کے معنی زائر یعنی ملاقاتی کے کیے ہیں۔ بہرحال اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کیے جائیں۔ ایک اپنے لیے، دوسرا ملاقاتیوں اور رشتے داروں کے لیے اور تیسرا سائلین اور معاشرے کے ضرورت مند افراد کے لیے۔ جس کی تائید میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے تمہیں (پہلے) تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت ذخیرہ کر کے رکھنے سے منع کیا تھا لیکن اب تمہیں اجازت ہے کہ کھاؤ اور جو مناسب سمجھو، ذخیرہ کرو"۔ دوسری روایت کے الفاظ ہیں "پس کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو" ایک اور روایت کے الفاظ اس طرح ہیں "پس کھاؤ، کھلاؤ اور صدقہ کرو" (البخاري كتاب الأضاحي- مسلم، كتاب الأضاحي- باب بيان ماكان من النهي عن أكل لحوم الأضاحي بعد ثلاث --- والسنن) بعض علما دو حصے کرنے کے قائل ہیں۔ نصف اپنے لیے اور نصف صدقے کے لیے، وہ اس سے ماقبل گزرنے والی آیت ﴿فَكُلُوۡا مِنۡهَا وَاَطۡعِمُوا الۡبَآئِسَ الۡفَقِيۡرَ﴾ سے استدلال کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت کسی بھی آیت یا حدیث سے اس طرح کے دو یا تین حصوں میں تقسیم کرنے کا حکم نہیں نکلتا بلکہ ان میں مطلقاً کھانے کھلانے کا حکم ہے۔ اس لیے اس اطلاق کو اپنی جگہ برقرار رہنا چاہیے اور کسی تقسیم کا پابند نہیں بنانا چاہیے۔ البتہ قربانی کی کھالوں کی بابت اتفاق ہے کہ اسے یا تو اپنے استعمال میں لاؤ یا صدقہ کر دو، اسے بیچنے کی اجازت نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے، (مسند أحمد، ۴ / ۱۵) تاہم بعض علماء نے کھال خود بیچ کر اس کی قیمت فقراء پر تقسیم کرنے کی رخصت دی ہے، (ابن کثیر) ایک ضروری وضاحت:۔ قرآن کریم میں یہاں قربانی کا ذکر مسائل حج کے ضمن میں آیا ہے، جس سے منکرین حدیث یہ استدلال کرتے ہیں کہ قربانی صرف حاجیوں کے